واقعاتِ خلافتِ علوی

(فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۲۰ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

واقعاتِ خلافتِ علوی

۱۷ فروری ۱۹۲۰ء کو شام کے سوا سات بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا لیکچر اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر انتظام کالج کے حبیبیہ ہال میں زیر صدارت خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لاء ہؤا۔ داخلہ کے لئے دو آنے کا ٹکٹ مقرر تھا۔ سامعین اس کثرت سے آئے کہ تمام ہال بھر گیا اور لیکچر شروع ہونے پر لوگوں کے داخل ہونے کی جگہ بالکل نہ رہی۔ جلسہ کا افتتاح مکرم حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ اور ان کے بعد خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے لیکچر کے شروع کرنے کی درخواست کرتے ہوئے فرمایا۔

صدر جلسہ کی افتتاحی تقریر

میں سب سے پہلے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کے منتظمین نے ایک ایسے عظیم الشان جلسہ میں جیسا کہ یہ ہے مجھے صدارت کی عزت بخشی ہے۔ اس شکریہ کا اظہار کرنے کے بعد سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بہت بہتر ہوتا اگر دوست ایسے مبارک موقع کے واسطے جس میں ہمارے کثیر التعداد بھائیوں کے معزز و محترم اور مقتداء' پیشوا اور راہ نما تقریر فرمائیں گے صدارت کے لئے کسی ایسے شخص کو منتخب کیا جاتا جو بحیثیت عالم دین کے اس کے لئے موزوں و مناسب ہوتا۔ لیکن یہ ان کا اپنا انتخاب ہے جو ان کے نقطہ خیال پر مبنی ہے کہ انہوں نے مجھے یہ عزت بخشی ہے۔ میں اپنے عجز اور ناموزونیت کا اعتراف کرتے ہوئے دوبارہ ان اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے منتخب کیا ہے۔

اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام میری تعریف اور توصیف کا محتاج نہیں ہے آپ لوگ خوب واقف ہیں۔ ان کا اس قدر کثیر مجمع کے ساتھ یہاں تشریف فرما ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ کی ذات اور آپ کے کلام کا ان

لوگوں کے دل میں کیا درجہ ہے۔ کچھ عرصہ ہؤا جب گزشتہ سال اس سوسائٹی میں حضرت صاجزادہ صاحب کا لیکچر ہؤا تو میں اس وقت لائل پور تھا۔ اور اخبارات کے ذریعہ مجھے معلوم ہؤا تھا کہ حضرت نے اسی مضمون پر جو آج پیش فرمائیں گے اس کے اول حصہ پر تقریر کی جو نہایت درجہ مقبول ہوئی۔ آج جیسا کہ آپ لوگوں نے اشتہار سے معلوم کیا ہو گا اسی مضمون کا دوسرا حصہ یعنی اسلام میں اختلاف کا آغاز کس طرح اور کب ہؤا تاریخی پہلو سے بیان فرمائیں گے۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ صاحبان حضرت صاجزادہ صاحب کا لیکچر توجہ اور غور سے سنیں۔ آپ ضرور سنیں گے میں صرف یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس مجمع کثیر میں ابھی اور بہت سے لوگ آئیں گے۔ ان کے متعلق منتظم صاحبان ایسا انتظام کر دیں کہ انہیں ایسی جگہ آرام سے بٹھا دیا جائے جہاں گنجائش ہو۔ اور ان کی وجہ سے مجمع میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہو۔ اور آپ صاحبان جم کر بیٹھے رہیں تاکہ ہم لیکچر سے وہ لطف اٹھا سکیں جس کے ہم مشتاق ہیں۔

اس کے بعد میں حضرت صاجزادہ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ لیکچر شروع فرمائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کلمات تشہد اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کر کے جو عظیم الشان اور نہایت مؤثر لیکچر دیا اس کا کسی قدر خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حضور نے گذشتہ سال کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت تنگی وقت کی وجہ سے حضرت علیؓ کے زمانہ کے واقعات کو نہایت مختصر طور پر بیان کرنا پڑا تھا۔ آج میں ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کروں گا۔

اس کے بعد حضور نے مسلمانوں کے اختلاف کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسلمانوں کو روحانی اور جسمانی فتوحات جلد جلد اور اس کثرت سے حاصل ہوئیں کہ وہ دونوں پہلوؤں سے ان کا پورا پورا انتظام نہ کر سکے۔ صحابہؓ کی تعداد یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے ایک حصہ میں کمزوری رہ گئی۔ دوسرے یہ کہ پہلے تو اسلام کے دشمنوں کا خیال تھا کہ مسلمان جلدی مٹ

جائیں گے۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کی ظاہری فتوحات کو دیکھا اور ان کی قوت اور شوکت کا ظاہری طور پر مقابلہ کرنے کے اپنے آپ کو ناقابل پایا تو انہوں نے مسلمانوں کے اندر داخل ہو کر دغا اور فریب سے ان کو مٹانے کی کوشش شروع کردی۔ ایسے ہی لوگوں نے اسلام میں فتنہ کی بنیاد رکھی۔ اور ان لوگوں کو اول اول اپنے ساتھ ملا لیا جن کی تربیت پورے طور پر اسلام میں نہ ہوئی تھی۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو فتنہ اٹھا۔ اس میں اور حضرت علیؓ کے زمانہ کے فتنہ میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جو لوگ کھڑے ہوئے وہ اسلام میں کوئی درجہ نہ رکھتے تھے بلکہ فاسق و فاجر تھے لیکن ان کے بعد جو جھگڑا ہؤا اس میں دونوں طرف بڑے بڑے جلیل القدر انسان نظر آتے ہیں۔ یہ بہت بھیانک نظارہ ہے۔ اس کے لئے تمہید کے طور پر میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اختلاف خواہ کسی دینی امر میں ہو یا دنیوی میں ہمیشہ اس کی وجہ سے کوئی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک اختلاف کو تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت قرار دیا ہے۔ مگر ایک اختلاف رحمت تو نہیں ہوتا لیکن اس کے کرنے والے کو فاسق اور فاجر بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اور وہ ایسا اختلاف ہے کہ اختلاف کرنے والے کے پاس اس کی تائید میں کافی وجوہ ہوں اور وہ نیک نیتی سے ان کو پیش کرتا ہو۔ ہاں ایسے مسئلہ میں اختلاف نہ ہو جس کے نہ ماننے سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو خاطیؑ کہا جائے گا نہ کہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔

اس تمہید کے بعد حضور نے حضرت علیؓ کے زمانہ کے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو مفسدوں نے بیت المال کو لوٹا اور اعلان کر دیا کہ جو مقابلہ کرے گا قتل کر دیا جائے گا۔ لوگوں کو جمع نہیں ہونے دیا جاتا تھا اور مدینہ کا انہوں نے سخت محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور کسی کو باہر نہیں نکلنے دیا جاتا تھا حتیٰ کہ حضرت علیؓ جن کی محبت کا وہ لوگ دعویٰ کرتے تھے ان کو بھی روک دیا گیا اور مدینہ میں خوب لوٹ مچائی۔ ادھر تو یہ حالت تھی اور ادھر انہوں نے اپنے قساوت قلبی کا یہاں تک ثبوت دیا کہ حضرت عثمانؓ جیسے مقدس انسان کو جن کی رسول کریم ﷺ نے بڑی تعریف کی ہے قتل کرنے کے بعد بھی نہ چھوڑا اور لاش کو تین چار دن تک دفن نہ کرنے دیا۔ آخر چند صحابہؓ نے مل کر رات کو پوشیدہ طور پر دفن کیا۔

حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہی کچھ غلام بھی شہید ہوئے تھے ان کی لاشوں کو دفن کرنے سے روک دیا اور کتوں کے آگے ڈال دیا۔ حضرت عثمانؓ اور غلاموں کے ساتھ یہ سلوک کرنے کے بعد مفسدوں نے مدینہ کے لوگوں کو جن کے ساتھ ان کی کوئی مخالفت نہ تھی چھٹی دے دی اور صحابہؓ نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ پانچ دن اسی طرح گزرے کہ مدینہ کا کوئی حاکم نہ تھا۔ مفسد اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی کو خود خلیفہ بنائیں اور جس طرح چاہیں اس سے کرائیں۔ لیکن صحابہؓ میں سے کسی نے یہ برداشت نہ کیا کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے ان کا خلیفہ بنے۔ مفسد حضرت علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے پاس باری باری گئے اور انہیں خلیفہ بننے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے انکار کر دیا اور مسلمان ان کی موجودگی میں اور کسی کو خلیفہ نہیں مان سکتے تھے تو مفسدوں نے اس کے متعلق بھی جبر سے کام لینا شروع کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ اگر کوئی خلیفہ نہ بنا تو تمام عالم اسلامی میں ہمارے خلاف ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ اگر دو دن کے اندر اندر کوئی خلیفہ بنا لیا جاوے تو بہتر ورنہ ہم علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ اور سب بڑے بڑے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ اس پر مدینہ والوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا وہ ہم سے اور ہمارے بچوں اور عورتوں سے کیا کچھ نہ کریں گے۔ وہ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور انہیں خلیفہ بننے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں خلیفہ ہوا تو تمام لوگ یہی کہیں گے میں نے عثمانؓ کو قتل کرایا ہے اور یہ بوجھ مجھ سے نہیں اٹھ سکتا۔ یہی بات حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہی۔ اور صحابہؓ نے بھی جن کو خلیفہ بننے کے لئے کہا گیا انکار کر دیا۔ آخر سب لوگ پھر علیؓ کے پاس گئے اور کہا جس طرح بھی ہو آپ یہ بوجھ اٹھائیں۔ آخر کار انہوں نے کہا میں اس شرط پر یہ بوجھ اٹھاتا ہوں کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوں اور مجھے قبول کریں۔ چنانچہ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے قبول کیا مگر بعض نے اس بناء پر انکار کر دیا کہ جب تک حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا نہ دی جائے اس وقت تک ہم کسی کو خلیفہ نہیں مانیں گے اور بعض نے کہا جب تک باہر کے لوگوں کی رائے نہ معلوم ہو جائے کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہئے۔ مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ اس طرح حضرت علیؓ نے خلیفہ بننا تو منظور کر لیا۔ مگر وہی نتیجہ ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا تمام عالم اسلامی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کرایا ہے۔ حضرت علیؓ کی اگر اور تمام خوبیوں کو نظرانداز کر دیا جائے تو میرے نزدیک ایسی خطرناک

حالت میں ان کا خلافت کو منظور کرلینا ایسی جرأت اور دلیری کی بات تھی جو نہایت ہی قابل تعریف تھی کہ انہوں نے اپنی عزت اور اپنی ذات کی اسلام کے مقابلہ میں کوئی پرواہ نہ کی اور اتنا بڑا بوجھ اٹھالیا۔

حضرت علیؓ جب خلیفہ ہو گئے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اس شرط پر بیعت کی کہ قرآن کے احکام کی اتباع کی جائے گی اور شریعت کے احکام کو مدّنظر رکھا جائے گا۔ جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دی جائے۔ مگر اس وقت حالت یہ تھی کہ باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ خلیفہ تھے مدینہ باغیوں کی چھاؤنی بنا ہؤا تھا۔ چند دن کے بعد حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور جاکر کہا کہ باغیوں سے بدلا لیجئے۔ انہوں نے پوچھا مدینہ کا حاکم میں ہوں یا باغی۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تو باغی ہی ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا پھر میں ان سے کس طرح بدلا لے سکتا ہوں جب تک عام جوش ٹھنڈا نہ ہو باہر سے مدد نہ آئے انتظام نہ ہو اس وقت تک کیا ہو سکتا ہے اس بات کو انہوں نے مان لیا۔

اس وقت مدینہ میں تین قسم کے مفسد لوگ تھے ایک باغی' دوسرے بدوی جو لوٹ مار کے لئے آگئے تھے تیسرے غلام جو سب کے سب بے دین تھے۔ حضرت علیؓ نے تجویز کی کہ آہستہ آہستہ ان کو مدینہ سے نکالیں۔ چنانچہ انہوں نے مسجد میں اعلان کیا کہ ہر ایک غلام اپنے آقا کے ہاں چلا جائے ورنہ میں اس کی طرف سے خدا کے سامنے بری ہوں۔ باغی جو بہت چالاک اور ہوشیار تھے انہوں نے خیال کیا کہ اس طرح ہم کو کمزور کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ اس پر انہوں نے کہہ دیا کہ کوئی باہر نہیں جائے گا اور کوئی اس حکم کو نہ مانے۔ پھر حضرت علیؓ نے بدوؤں کے متعلق اعلان کیا کہ گھروں کو چلے جائیں اس پر بھی انکار کر دیا گیا۔ ادھر تو یہ حالت تھی۔ اور ادھر بعض صحابہؓ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ قاتلوں کو سزا دی جائے اور ہمیں قرآن کے حکم پر عمل کرنا چاہئے خواہ ہماری جان بھی چلی جائے۔ حضرت علیؓ فرماتے کہ قرآن کا حکم قاتل کو قتل کرنا ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس لئے فی الحال اس بات کو نہیں اٹھانا چاہئے۔ اس طرح فتنہ اور زیادہ بڑھ جائے گا اس پر ان کے متعلق کہا گیا کہ باغیوں کی طرف داری کرتے ہیں۔ اور صحابہؓ مدینہ چھوڑ کر باہر جانے لگے۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ مدینہ چھوڑ کر مکہ پہنچے۔ حضرت عائشہؓ پہلے سے وہاں گئی ہوئی تھیں۔ جب ان کو معلوم ہؤا کہ حضرت علیؓ قاتلوں کو سزا نہیں دیتے تو انہوں نے ارادہ کرلیا کہ ابھی ان کو سزا دینی چاہئے۔

میرے خیال میں حضرت علیؓ کی رائے موقع اور محل کے لحاظ سے احتیاط اور بچاؤ کا پہلو لئے ہوئے ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تھی۔ مگر شریعت کی پیروی کے لحاظ سے حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابیوںؓ کی اعلیٰ تھی۔

حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے مکہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کا انتقام لینے کے لئے لوگوں کو جوش دلایا۔ اور حضرت عائشہؓ اور ان کی یہی رائے ہوئی کہ خواہ کچھ ہو ابھی قاتلوں کو سزا دینی چاہئے۔ اس پر اعلان کر دیا گیا کہ ہم قاتلوں کو قتل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور کوئی سات آٹھ سو کے قریب تعداد ہو گئی۔ اور انہوں نے قاتلوں کے ساتھ لڑنا دین کی بہت اعلیٰ خدمت سمجھی۔ اس وقت سوال پیدا ہؤا کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے۔ اگر ہم جائیں گے تو کوئی نتیجہ نہ ہو گا وہ غالب آ جائیں گے۔ اس لئے چاہئے کہ بصرہ چلیں جو فوج کی چھاؤنی تھی۔ یہ گروہ جب بصرہ کی طرف چلا اور حضرت علیؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب بصرہ کے پاس پہنچے اور ایک صحابیؓ قعقاع کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا کہ جاکر دریافت کرو کس غرض کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا اصلاح کے لئے۔ کہا گیا پھر لڑائی کیوں کریں۔ خود مل کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس پر طرفین راضی ہو گئے اور حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں جو لوگ شریک تھے وہ میرے لشکر میں نہ رہیں۔ اس پر امید ہو گئی کہ صلح ہو جائے گی مگر مفسد کہاں یہ پسند کر سکتے تھے کہ صلح ہو۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ہم مارے جائیں گے۔ انہوں نے رات کو آپس میں مشورہ کیا اور آخر یہ تجویز قرار پائی کہ رات کو شب خون ماریں۔ اور خود ہی چھاپہ ڈالیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ طرفین کے لوگ بڑے اطمینان سے رات کو سوئے ہوئے تھے کہ صبح صلح ہو جائے گی۔ لیکن رات کو جب شور و شر سے اٹھے تو دیکھا کہ تلوار چل رہی ہے۔ ادھر مفسدوں نے یہ چالاکی کی کہ اگر ہماری اس سازش کا پتہ لگ گیا تو ہم قتل کئے جائیں گے اس کے لئے انہوں نے یہ کیا کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس کھڑا کر دیا اور اسے کہہ دیا۔ جس وقت تم شور کی آواز سنو۔ اسی وقت انہیں کہہ دو کہ ہم پر حملہ کیا گیا۔ ادھر انہوں نے حملہ کیا۔ اور ادھر اس نے حضرت علیؓ کو یہ اطلاع دی۔ اور ان کی طرف سے کچھ آدمی ان پر جا پڑے۔ دونوں طرفوں کو اس بات کا ایک دوسرے پر افسوس تھا کہ جب صلح کی تجویز کی گئی تھی تو پھر دھوکا سے کیوں حملہ کیا گیا۔ حالانکہ یہ دراصل مفسدوں کی شرارت تھی۔ ایسی صورت میں بھی حضرت علیؓ نے احتیاط سے

کام لیا اور اعلان کر دیا کہ ہمارا کوئی آدمی مت لڑے خواہ وہ ہمارے ساتھ لڑتے رہیں۔ مگر مفسدوں نے نہ مانا۔ ادھر بصرہ والوں کو بھی غصہ آگیا اور وہ بھی لڑنے لگ گئے۔ یہ ایک عجیب لڑائی تھی کہ فریقین نہ چاہتے تھے کہ لڑیں لیکن لڑ رہے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے لڑائی کو روکنے کے لئے ایک اور تجویز کی کہ ایک آدمی کو قرآن دے کر بھیجا کہ اس کے ساتھ فیصلہ کرلو۔ اس پر بصرہ والوں نے خیال کیا کہ رات تو خفیہ حملہ کر دیا گیا ہے اور اب کہا جاتا ہے قرآن سے فیصلہ کرلو یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے تو نیک نیتی سے ایسا کیا تھا۔ لیکن حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اس بات کو سمجھا نہیں جاسکتا تھا۔ اس وقت اس آدمی کو جو قرآن لے کر گیا تھا قتل کر دیا گیا۔ اس پر حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو اور بھی غصہ آیا کہ قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اس کی طرف بھی نہیں آتے۔ اب کیا کیا جاوے۔ یہی صورت ہے کہ حملہ ہو۔ ادھر سے بھی حملہ ہؤا۔ اور لڑائی بہت زور سے شروع ہو گئی۔ آخر جب اس کے ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو ایک صحابیؓ جن کا نام کعب تھا۔ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ مسلمان ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے ذریعہ ان کی جان بچ سکتی ہے آپ میدان میں چلیں۔ حضرت عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر گئیں۔ اور انہوں نے کعب کو قرآن دے کر کھڑا کیا کہ اس سے فیصلہ کرلو۔ حضرت علیؓ نے جب ان کا اونٹ دیکھا تو فوراً حکم دیا کہ لڑائی بند کر دو۔ مگر مفسدوں نے بے تحاشہ تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اور کعب چھد کر گر پڑے۔ اور جب حضرت عائشہؓ پر تیر پڑنے لگے۔ تو صحابہؓ نے رسول کریم ﷺ کے ناموس پر حملہ ہوتا دیکھ کر کٹنا اور مرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں میں کوئی لڑائی ایسی خونریز نہیں ہوئی جیسی یہ ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے ایک ایک کر کے آتے اور مارے جاتے۔ اس وقت بڑے بڑے جرنیل اور بہادر مارے گئے۔ آخر جب دیکھا گیا کہ لڑائی بند ہونے کی کوئی صورت نہیں اور قریب ہے کہ تمام مسلمان کٹ کر مرجائیں۔ یہ کیا گیا کہ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور جوں ہی اونٹ گرا بصرہ والے بھاگ گئے اور حضرت علیؓ کا لشکر غالب آگیا۔ یہ جنگ جمل کا حال ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دراصل انہی لوگوں نے لڑائی کرائی جو شریر اور مفسد تھے۔ اور اسلام میں فتنہ ڈالنا ان کی غرض تھی۔

لڑائی کے بعد حضرت عائشہ مدینہ کی طرف جانا چاہتی تھیں۔ انہیں ادھر روانہ کر دیا گیا۔ اور حضرت علیؓ اور دوسرے صحابیؓ الوداع کرنے کے لئے ساتھ آئے۔ روانہ ہوتے وقت

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ہم میں کوئی عداوت نہیں۔ اتنا ہی اختلاف تھا جتنا رشتہ داروں کا آپس میں ہو جایا کرتا ہے۔ یہی بات حضرت علیؓ نے کہی (الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء) اور اس طرح ان کی بالکل صلح وصفائی ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جنگ جمل کو بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی لڑائی کے حالات بیان کئے۔ اور مفسدوں کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ تمام اختلاف اور انشقاق کے بانی یہی لوگ تھے۔ جن کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ واقعات کا صحیح طور پر سمجھنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ آخر انہی لوگوں نے حضرت علیؓ کے قتل کی سازش کی اور قتل کرا دیا۔ ان کے بعد حضرت حسنؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا لیکن انہوں نے معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو کر صلح کر لی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر ختم ہونے کے بعد جسے سامعین نے نہایت توجہ اور پورے سکون کے ساتھ سنا۔ پریزیڈنٹ صاحب نے حسب ذیل تقریر کی۔

صدر جلسہ کی اختتامی تقریر

حضرات! میں آپ سب صاحبان کی طرف سے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پُرزور اور پُراز معلومات تقریر کے لئے جو انہوں نے اس وقت ہمارے سامنے کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت نے قریباً تین گھنٹے تقریر کی ہے۔ اور آپ صاحبان نے ہمہ تن گوش ہو کر سنی ہے۔ اس تقریر سے جو وسیع معلومات اسلامی تاریخ کے متعلق معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض بالکل غیر معمولی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کی تلاش اور تجسس کے لئے کسی وقت بہت سی کتب کا مطالعہ کیا ہو گا مگر میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ یہ باتیں محض مطالعہ سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں بلکہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس روانی سے کسی نے تاریخی معلومات کو مسلسل بیان کیا ہو۔ اور پھر کسی تاریخی مضمون میں ایسا لطف آیا ہو جو کسی داستان گو کی داستان میں بھی نہ آسکے۔ اس کے لئے میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس ضمن میں مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ سوسائٹی جس نے ہمیں ایسے اعلیٰ درجہ کے

تاریخی لیکچر سے مستفید ہونے کا موقع دیا ہے بہت اعلیٰ مقصد اور مدعا کے لئے قائم ہوئی ہے۔ تاریخی واقعات کو سن کر یہ ہونا چاہئے کہ انسان ان سے عبرت حاصل کرے۔ قرآن کریم میں جابجا تاریخی واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے یہی غرض ہے۔ پس اس وقت جو حضرت صاحبزادہ صاحب نے وسیع معلومات پیش کی ہیں۔ میرے لئے موقع نہیں کہ فرداً فرداً ان کے متعلق بتاؤں کہ ان سے یہ یہ سبق حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر میں یقیناً کہتا ہوں کہ معلومات اس قابل ہیں کہ جب چھپ کر آپ کے سامنے آئیں گی تو پڑھنے والے دیکھیں گے کہ ان میں بڑے بڑے سبق موجود ہیں۔ اس وقت میں یہ کہتا ہوں کہ جتنی باتیں آپ لوگوں کو یاد ہیں ان پر غور کریں اور ان سے سبق لیں۔ چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں اور وقت نہ لوں گا اور صرف یہ کہہ کر کہ

گر عاقلی یک اشارہ کافیست

حضرت سے دعا کرنے کی درخواست کروں گا۔

(الفضل یکم مارچ ۱۹۲۰ء)